ڈوبنے لگتی ہیں بلکہ ذہن کا جمود ٹوٹتا ہے اور بیداری کی لہر پیدا ہوتی ہے۔
انداز تحریر شگفتہ اور رواں ہے اور قاری کہیں بھی طنز کی چوٹ محسوس نہیں کرتا۔ معیار طباعت و کتابت عمدہ ہے۔

حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق تالیف مولانا محمد تقی عثمانی۔ ناشر ادارہ المعارف کراچی ۱۴۔ قیمت ۵۰/۱۰ روپے۔ صفحات ۲۷۲۔ بڑا سائز۔ کتابت و طباعت آفسٹ۔

زیر تبصرہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور دوسرے حصے کا عنوان "حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت" ہے یہ دراصل مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت کے اُس حصے کا تعاقب ہے جو مولانا موصوف نے باب پنجم میں "قانون کی بالاتری کا خاتمہ" کے زیر عنوان رقم فرمایا۔
خلافت و ملوکیت کا ہر منصف مزاج قاری جانتا ہے کہ مولانا مودودی نے یہ تالیف کس مقصد کے لیے لکھی تھی۔ مولانا نے اس میں صرف اُن وجوہ و اسباب کی نشاندہی کی ہے جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو ملوکیت میں تبدیل کرنے والے تھے اور تاریخ اسلامی کے صرف اُس عہد سے بحث کی ہے جس میں اس تبدیلی کا آغاز ہوا۔ اس کتاب کی تصنیف سے مولانا کا مقصد بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ تھا۔ مگر افسوس کہ بعض حضرات نے حسن ظن سے کام نہ لیتے ہوئے مولانا کو توہین صحابہ کا مرتکب قرار دیا۔

زیر نظر کتاب میں مولانا تقی عثمانی نے مولانا مودودی کے بیان کردہ نکات کی تغلیط کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقدامات کو کہیں صائب بتایا ہے، کہیں اُن کا اجتہاد قرار دیا ہے اور کہیں مباحات میں توسع اختیار کرنے کا نام دیا ہے۔ فاضل مصنف کا جب یہ مضمون البلاغ کراچی میں شائع ہوا تو ملک کے ایک دوسرے صاحب بصیرت عالم ملک غلام علی صاحب نے جناب تقی عثمانی صاحب کی تصریحات کا ناقدانہ جائزہ لیا۔ یہ ساری بحث ترجمان القرآن میں شائع ہو چکی ہے۔
گذشتہ چند سالوں میں اس موضوع پر علمی اور غیر علمی انداز میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس پر مزید لکھنا محض تحصیل حاصل ہے۔ ان مباحث میں سارے موضوعات اور مسائل نکھر کر پوری طرح سامنے آگئے ہیں اور سمجھنے والے کے لیے اب کوئی الجھاؤ باقی نہیں رہا۔

ہم سب کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی موجب اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنے اسلاف کو سو فیصد اُس بلند معیار پر فائز پائیں جو اسلام نے زندگی کے مختلف دائروں میں پیش کیا ہے۔ خصوصاً اگر کسی صحابی کے کسی قول یا فعل کی کوئی ایسی توجیہ ہو سکے جس کی وجہ سے ذہنوں میں کوئی خلش پیدا ہو رہی ہو تو یہ توجیہ قابلِ ستائش ہے اور جو شخص اس میدان میں کاوش کرتا ہے وہ بڑی دینی خدمت سرانجام دیتا ہے مگر کوئی ایسی توجیہ جس سے مزید الجھن پیدا ہونے کا خطرہ ہو، اس سے حقائق کو تسلیم کر لینا بہتر ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع کیا ہے لیکن اصل سوالات اپنی جگہ پر موجود ہیں جن کا کوئی تشفی بخش جواب اس کتاب میں یا اس نوعیت کی دوسری کتابوں میں نہیں ملتا۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ کا ذاتی طرزِ عمل اور طرزِ حکومت دونوں اس معیار کے مطابق تھے جن کی جھلک ہمیں خلفائے راشدینؓ کی سیرت و کردار اور خلافت راشدہ کے طرزِ حکومت میں دکھائی دیتی ہے تو پھر حضرت امیر معاویہؓ کے دَور کو خلافتِ راشدہ کا دَور کیوں نہیں مانا جاتا۔ اگر خلافت راشدہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ حکمرانی میں کچھ امتیاز ہے اور بلاشبہ یہ امتیاز موجود ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس تبدیلی کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کے وجوہ خواہ کچھ ہی ہوں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس معاملے میں بالکل بے بس تھے۔ کیونکہ ان کے بارے میں ایک بے بس فرمانروا ہونے کو ذہن ٹھوس تاریخی حقائق کی بنا پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ ان سارے مسائل کے حل کے لیے محض مقدمہ ابن خلدون کی ایک فصل کا حوالہ تو کافی نہیں۔